سید یونس الحسنی

عالی جی! ایں چہ گفتی؟

۸مئی ۲۰۰۱ء کے ''روزنامہ خبریں'' لاہور میں ایک خبر شائع ہوئی جو خصوصی نوعیت کے باعث راقم کے دل میں ترازو ہوگئی۔ یہ کراچی میں منعقدہ علامہ اقبال سیمینار میں ممتاز شاعر و ادیب جناب جمیل الدین عالی کی گفتگو پر مبنی ہے۔

''کراچی (رپورٹ جمیل صدیقی) ممتاز شاعر جمیل الدین عالی نے دعویٰ کیا ہے کہ علامہ اقبال کی جانب سے قائداعظم محمد علی جناح کے خلاف طنزیہ شاعری کرنے کا ریکارڈ موجود ہے۔ جبکہ انہیں مفکر اسلام کا لقب دینا صحیح نہیں ہے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے علامہ اقبال پر قومی سیمینار سے خطاب کے دوران کیا۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ اقبال کے انتقال کے ۵۵ سال کے بعد اب ان کی شخصیت کو بت بنا کر پوجنے کے بجائے ان کے کردار کا از سر نو تعین ہونا چاہیے جبکہ ان کی سیاسی فکر اور بصیرت پہ بہت سوالوں کے جواب تشنہ ہیں۔ انکی مجموعی شاعری کا بلند ترین مقام ہے لیکن میں عمر کے اس حصے میں انہیں مفکر اسلام کا درجہ نہیں دے سکتا۔ ان کی نوجوانی کسی اور نوجوان کی طرح عشق کی رنگینی سے بھرپور تھی جبکہ بچپن کی شادی ہونے کے باوجود ۲۷ سالہ کڑیل جوان بغیر عشق کیونکر رہ سکتا ہے۔ جبکہ اس پر ستم بالائے ستم یہ کہ اعلیٰ تعلیم کیلئے ایسے ہونہار لڑکے کو جرمنی بھیج دیا گیا ہو۔ علامہ اقبال کے دیار غیر میں عشق کے علاوہ کراچی کی محبوبہ عطیہ فیضی سے عشق کی داستانیں ریکارڈ پر موجود ہیں۔ جبکہ انکی شاعری علم و تفکر کے علاوہ جمی ہوئی عشقیہ شاعری تھی۔ خطبہ الہ آباد میں مشرقی پاکستان کو چھوڑ کر مغربی پاکستان کے مسلمانوں کیلئے خودمختار ریاست کے مطالبہ پر تبصرہ کرتے عالی صاحب نے کہا یہ دراصل پنجاب کی ان علاقوں پر بالادستی قائم کرنے کی پہلی کوشش تھی۔ جب فرزند اقبال سے اپنے والد کے نام پر کمانے کے باوجود ان الزامات کی تردید نہ کرنے پر باز پرس کی گئی تو جاوید نے خاموش رہنے کی التجا کی۔ انہوں نے الزام لگایا کہ علامہ اقبال کی پہلی بیگم کے سسرالی عزیز مشفق خواجہ نے اقبال کی سوانح حیات کے کچھ واقعات شائع کرکے انجمن ترقی اردو کے حوالے کیے ہیں۔ جبکہ ان میں سے اکثر کو اقبال نے اپنی زندگی میں تلف کرنے کی ہدایت کی تھی۔ مسجد وزیر خاں کے امام نے علامہ پر کفر کا فتویٰ بھی لگایا تھا''

اس بیان کا نکتہ اول ہے کہ علامہ نے قائداعظم کے خلاف طنزیہ شاعری کی۔ گزارش ہے کہ گزشتہ صدی کی تاریخ برصغیر میں ایسے کئی موڑ آئے، جب اصول شخصیات، ضمیر اور قلم باہم دست و گریباں ہوئے۔ اس حادثے نے تدبر تفکر کے بہت سے مقفل در وا کیے، نئے اسالیب سیاست نے نمود پکڑی، انوکھے ضوابط نے جنم لیا، بعض خفی و جلی گرہیں کھلیں، نتیجتاً متصادم رہنما بسا اوقات گلے ملتے اور ایک دوسرے، کے محرم راز بنتے نظر آنے لگے۔ سر پھٹول ختم اور تھوکا فضیحتی دم توڑ گئی۔ یہ کیفیات کیوں رونما ہوتیں آخر کو یہ سب انسان تھے، کہ خطا کا عنصر غالب جس کی سرشت میں ہے۔ اقبال اپنی رائے رکھتے تھے۔ انہوں جذب و جنوں کی حدت و حمیت کے تحت جس بات کو غلط سمجھا اس پر تنقید کی، جس شخصیت کو مسلمات سے گریز کرتے دیکھا اس پر شدید گرفت کی۔ ان کی یہ عظمت بھی ہے کہ نقد و جرح یا گرفت میں کوئی غلط فہمی کارفرما ہوئی یا کردی گئی تو حقیقت حال سے آگاہ ہونے پر متعلقہ شخصیت سے نہ صرف معذرت ہی کرتے بلکہ اپنے تنقید

ی عوث یا شعر سے کلیتاً دست برداری کا اعلان بھی کر دیتے ۔قائد کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ دسمبر ۱۹۲۰ء کے آخری ہفتے میں کانگریس کے اجلاس ناگ پور میں مسٹر جناح کی مخالفت کے باوجود، انگریزوں سے ترک موالات کی قرارداد منظور ہوگئی تو وہ مجبوراً لندن چلے گئے قریباً (۸) آٹھ ماہ کے بعد لوٹے تو اکتوبر ۱۹۲۱ء میں بمبئی سے اعلان کیا۔ ''لیگ کو پھر زندہ کر دینا چاہئے''۔اس بیان سے برہم ہوکر علامہ نے تنقیدی قطعات اور نظمیں کہیں، جو وقت کے تمام اخبارات میں شائع ہوئیں۔

حکیم فضل الرحمٰن سواتی کا ایک مضمون ماہنامہ ''برھان'' دہلی کے شمارہ اگست ۱۹۶۴ء میں شائع ہوا، جس میں اقبال کی انہی تنقیدی جراحتوں کا احاطہ کیا گیا تھا، لکھتے ہیں۔

''میں نے علامہ اقبال کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ کلام تو بہت اچھا تھا لیکن جناح صاحب پر اس قدر تنقید غیر مناسب ہے، میں بھی ان کا مخالف ہوں، لیکن انہوں نے ۱۹۱۸ء میں ہندوستانی اصلاحات کے معاملہ میں لارڈ ولنگٹن کی مخالفت کر کے اسے دشمن ہند قرار دیا اور اپنی اہلیہ سمیت کالی جھنڈیوں سے اس کا استقبال کیا۔ غیر قوم میں سے کسی نے یہ جرأت نہیں کی۔لہٰذا میں آپ کی خدمت میں باادب التماس کرتا ہوں کہ از راہ کرم اس کلام کو اپنے مجموعہ اشعار سے خارج کر دیجیے گا۔دو ہفتے کے بعد جناب ڈاکٹر اقبال کا نوازش نامہ موصول ہوا، جس میں تحریر تھا'' میں نے واقعی جوش میں آ کر تنقیدی اشعار لکھ دیئے ہیں، لیکن آپ کے خط نے میرے جوش کو فرو کر دیا ہے کہ آپ نے بر وقت مجھے متنبہ کر دیا، اطمینان رکھیے، میں نے ان اشعار کو اپنے مجموعہ کلام سے خارج کر دیا ہے۔'' شاعر مشرق نے اپنی کسی خاص کیفیت کے زیر اثر جو اشعار بھی جناح صاحب کے خلاف کہے، اب وہ ان کے کلام کا حصہ ہرگز نہیں رہے، ان کا ریکارڈ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

ایک اور مثال دیکھئے۔''مثنوی اسرار خودی'' پہلی بار ۱۹۱۶ء میں شائع ہوئی۔اسکی ایک طویل نظم حافظ شیرازی کی خدمت میں تھی۔لندن سے مشیر حسین قدوائی نے اقبال کو خط لکھا ''کتاب بہت بہتر ہے لیکن خواجہ صاحب پر اس طرح کی تنقید درست نہیں''۔انکے استدلال سے متاثر ہوکر علامہ اقبال نے فرمایا'' جب لوگ پسند نہیں کرتے تو آئندہ ایڈیشن سے ان اشعار کو خارج کر دوں گا'' چنانچہ انہوں نے ایسا کیا اور وہ اشعار اپنی قیمت کھو بیٹھے۔ایک تیسری تنقید اپنی کاٹ میں لاجواب بھی ہے اور قابل نظارہ بھی۔ ۱۹۳۸ء کے اوائل کا ذکر ہے۔حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے یورپ کا فلسفہ وطنیت وقومیت بیان کیا کہ اہل مغرب کے نزدیک آج کل اقوام وطن سے بنتی ہیں، مذہب سے نہیں بنتیں۔اخبار ''الامان'' (دہلی) کے نامہ نگار نے رپورٹ مرتب کر کے مولوی مظہر الدین شیرکوٹی کو سنائی۔وہ حضرت مدنیؒ کے شدید مخالف تھے۔انہیں شرارت سوجھی۔اقبال اسی روز لاهور سے دہلی آئے تھے۔مولوی صاحب جھٹ ان کے پاس جا پہنچے اور یہ کذب بیانی کہ'' رات جلسہ میں مولانا مدنی نے کہا ہے ملتیں وطن سے بنتی ہیں مذہب سے نہیں''۔ چونکہ یہ بات علامہ کے نظریئے کے خلاف تھی، ان کی رگ غیرت پھڑک اٹھی۔بغیر تحقیق کیے، تقاضائے بشریت کے تحت یہ

خطا کر بیٹھے کہ مولانا مدنی کے خلاف انتہائی تیز دھار نظم کہہ ڈالی جو ۳ فروری ۱۹۳۸ء کے ''زمیندار'' ''احسان'' اور ''انقلاب'' میں شائع ہوئی۔ یہ نظم مولانا مدنیؒ نے دیکھی تو اخبارات کو بیان جاری کیا، کہ ''میں نے دوران تقریر ملت نہیں قوم کا لفظ استعمال کیا نیز یہ کہ میں نے مغربی نظریہ قومیت پر بات کی تھی۔'' مولانا کا یہ بیان اخبارات میں چھپا تو ایک طرف تو علامہ طالوت نے اقبال اور حضرت مدنیؒ کے ساتھ خط وکتابت شروع کر دی، دوسری طرف وقت کے نامور شاعر اقبال احمد سہیل نے جوابی نظم بزبان فارسی کہہ کر اخبارات میں شائع کر دی۔ علامہ طالوت کا خط، اخبارات میں مولانا کا بیان اور اقبال سہیل کی نظم جب علامہ اقبال کی نظر سے گزرے تو حقیقت حال منکشف ہوئی۔ علامہ نے فوری طور پر ۵ مارچ ۱۹۳۸ء کے اخبار ''مدینہ'' بجنور میں بیان شائع کرایا کہ:۔

''واقعی مجھ سے غلطی ہوئی ہے، مجھے غلط خبر پہنچی تھی جسکی وجہ سے میں نے برافروختہ ہوکر ان پر سخت تنقید کی۔ اب اصل حقیقت مجھ پر منکشف ہوگئی ہے اس لئے میں مولانا مدنی سے خواستگار معافی ہوں۔ امید ہے کہ مولانا صاحب مجھے معاف فرمائیں گے''۔

انصاف کیجئے گا، علامہ نے حضرت مدنیؒ سے معذرت کر لی تو ان اشعار کی کیا وقعت رہ گئی ہے؟ لیکن اقبال کے آخری مجموعہ کلام ''ارمغان حجاز'' کے بددیانت اشاعت کنندگان نے علماء پر زبان طعن وتشنیع دراز رکھنے کے لئے وہ اشعار جن پر علامہ سخت نادم تھے، شامل کتاب کر دیئے، جو آج تک بالالتزام شائع ہو رہے ہیں۔ ایسے وقتی تصادموں کا ریکارڈ رکھنا، منہ پر کالک ملنے کے مترادف ہے۔ اس لئے جناح صاحب کے متعلق کہے گئے طنزیہ یا تنقیدی اشعار بالکل بے حیثیت ہو چکے۔ وہ ساکھ کے اعتبار سے کھوٹا سکہ ہوکر رہ گئے ہیں۔ جناب جمیل الدین عالی! آپ نے یہ کیسے فرض کر لیا، ہم علم برداران توحید ہوتے ہوئے کوئی بت پوجتے ہیں۔ ملک بھر میں کہیں بھی ان کا بت نظر آئے گا نہ کوئی پجاری دکھائی دے گا۔ لے دے کے ان کا مزار ہے جس پر ہم فقیر کبھی کبھار دعائے مغفرت کرنے چلے جاتے ہیں۔ رہی بات ان کے کردار کا ازسرنو جائزہ لینے کی، تو التماس ہے کہ آپ اپنے سوالات سامنے لایئے، کردار کا تجزیہ خود بخود ہوتا جائے گا، اور آپ کی تشنگی بھی کم ہو جائے گی۔ محترم، آپ مختلف تضادات کا شکار ہیں۔ اقبال کی مجموعی شاعری کو بلند مقام بھی تسلیم کرتے ہیں لیکن اپنی حیات مستعار کے اس حصے میں انہیں مفکر اسلام کا درجہ دینے سے انکاری ہیں۔ یاد کیجیے! ان کی شاعری اسلامی روح اور فلسفے کا حسین امتزاج ہے، یہی مرکب توصیفی اس کے بلند مقام ہونے کی دلیل محکم بھی ہے۔ علاوہ بریں ''اسلام میں تشکیل الہیات جدید Reconstruction of Religious Thought in Islam''۔ علامہ کے مدراس اور علی گڑھ میں دیئے کل چھ لیکچرز کا مجموعہ آپکی تشفی کے لئے کافی ہے۔ بار دگر، بنظر تعمق مطالعہ کیجئے، اقبال کی قدآوری ظاہر ہو جائے گی۔ آپ انہیں بیسویں صدی کا عظیم مفکر اسلام تسلیم کر لیں گے مگر اس میں زبردستی نہیں۔ کسی کے خاندانی حالات

میں غلط اطلاعات کی بنیاد پر مداخلت نادرست عمل ہے، ویسے، اقبال کی نوجوانی بھی اعلیٰ تھی۔ کچھ لوگوں نے بے پر کی اڑائی اور وہ چھینٹے آج تک اڑ رہے ہیں۔

خطبہ الہ آباد میں پنجاب کی بالادستی کی کوشش کہیں نظر نہیں آتی، یہ دور کی کوڑی آپ کہاں سے نکال لائے ہیں؟ تعصب کی عینک اتار کر دیکھیے گا۔ البتہ فرزندِ اقبال کی خاموشی تعجب خیز۔ ان کی طرف سے جواب آنا چاہیے کہ لوگوں کو تاریخی صداقتوں کا علم ہو سکے۔ مشفق خواجہ کے پیش کردہ واقعات کو اقبال اگر اپنی زندگی ہی میں تلف کر چکے ہیں تو ان پر گفتگو کرنا، پرلے درجے کی بے اصولی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے جناب جناح صاحب، حافظ شیرازی اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ پر تنقیدی نظمیں پڑھنا یا چھاپنا بے حیائی ہے۔ یہ سب از کار رفتہ ہو چکی ہیں۔ ان کی بنیاد پر کسی کے کردار اور قد کاٹھ کی پرکھ پڑچول اور پیمائش نہیں کی جا سکتی۔ عالی جی! ایں چہ گفتی؟ کبھی آپ نے بھی تو کہا تھا نا۔

”دین　ہمارا　دین　مکمل
استعمار　ہے　باطل　ارزل
عند　اللہ　. . . . . . .　اللہ　اکبر
ہم مصطفوی ، مصطفوی، مصطفوی ہیں“

اور اتنی سی بات پر ہم نے آپ کو بھی شاعر اسلام مان لیا تھا، مگر آپ نے تو حد کر دی۔ اقبال کے ڈھیروں ڈھیر عظیم ترین کلام کا جھٹکا ہی نہیں مُسلہ کرنے کی کوشش کی، جس پر ہم افسوس کا اظہار ہی کر سکتے ہیں۔ کبھی قادیانی ایسی الزام تراشیاں کیا کرتے تھے۔ کہیں آپ بھی ان سے متاثر تو نہیں ہو گئے؟

یہ فتویٰ بازی کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے۔ بعض رنگین نواؤں نے اس شغل میں مہارت تامہ حاصل کر رکھی تھیں۔ ان کی تمام تر صلاحیتیں اسی کام کے لئے وقف تھیں۔ مرکزی انجمن حزب الاحناف کے فاضلین مولانا اولادِ رسول قادری برکاتی، مولانا محمد طیب، مولانا سید آلِ مصطفیٰ، مولوی حشمت علی خاں، مولانا ابوالبرکات محمد احمد قادری، مولانا چراغ دین قادری، وغیرہم نے فتوے جاری کیے کہ جناب محمد علی جناح اور علامہ اقبال کافر و بد مذہب ہیں ان کی تقلید قطعی حرام ہے۔ مفتی احمد یار خاں نعیمی کے بیٹے مفتی اقتدار احمد خاں نعیمی نے چند سال پیشتر ایک کتاب شائع کی، جس میں علامہ اقبال کی شدت سے تکفیر کی گئی تھی (العیاذ باللہ)۔ برصغیر کے کسی جید اور روشن خیال عالم دین نے ان مفتی صاحبان کی قطعاً تائید نہیں کی۔ جس کے منطقی نتیجے کے طور پر، یہ ناگفتہ بہ فتوے زندہ درگور ہو گئے، لیکن اقبال اپنے پورے طمطراق کے ساتھ زندہ جاوید ہے۔